

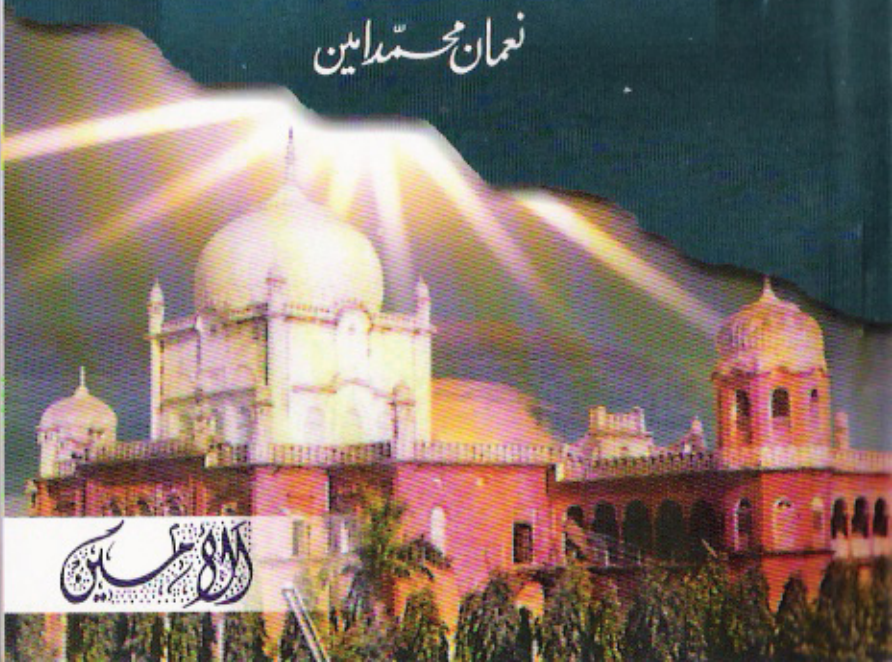
# انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

دیکوبندر کی عدالت میں

اذان میں انگوٹھے چومنے کی من گھڑت روایات پر  
شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ  
شیخ المفسرین حضرت مولانا عبدالحمد خان سواتیؒ  
فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ  
کی تحقیقات کا مفید اور معلوماتی مجموعہ

نعمان محمد امین

دارالحدیث



اللَّهُمَّ

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَأَنَّكَ صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ لَمِنْكَائِنَا

اللَّهُمَّ

بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَأَنَّكَ بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ لَمِنْكَائِنَا

# انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

دیوبند کی عدالت میں

اذان میں انگوٹھے چومنے کی من گھڑت روایات پر  
شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ  
شیخ المفسرین حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتی  
فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید  
کی تحقیقات کا مفید اور معلوماتی مجموعہ

نعمان محمد امین

دارالحدیث

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

سلسلہ اشاعت..... ۲

کتاب..... انگوٹھے چومنے کا مسئلہ دیوبند کی عدالت میں

مرتب..... نعمان محمد امین

کمپوزنگ..... بنوریہ گرافکس

صفحات..... ۶۷

طابع..... اشہد پرنٹنگ سروس

اشاعت اول..... ذوالقعد ۱۴۲۹ھ / نومبر ۲۰۰۸ء

ناشر..... ”الامین“

مسلم آباد، نیو ایم اے جناح روڈ، کراچی

اسٹاکسٹ

مکتبہ رشیدیہ، بالمقابل مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2767232

ملنے کے پتے

ادارۃ الانور، علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن، کراچی

مکتبہ عمر فاروقؒ، جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی

حاجی امداد اللہ اکیڈمی، مارکیٹ ٹاور، حیدر آباد

مجید یہ کتب خانہ، اردو بازار، ملتان

مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، راول پنڈی

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ



## فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات
۸	انتساب
۹	اپنی بات
۱۱	نعمان محمد امین
۱۱	اذان و تاریخ، اہمیت، فضیلت، سبق
۱۲	تنویر احمد شریفی
۱۲	نمازوں کی اطلاع کیسے ہو؟
۱۷	کلمات اذان کی ترکیب و ترتیب
۱۹	خواب کے ذریعے حکم اذان کی حکمت
۱۹	اذان کی فضیلت
۲۱	چند مسائل
۲۵	احمد رضا بریلوی کا فتویٰ
۲۹	دیوبند اور بریلوی اختلافات کا فرق
۳۲	انگوٹھے چومنے کا مسئلہ دیوبند کی عدالت میں
۳۳	حضور علیہ السلام کے اقوال و افعال پوشیدہ نہیں
۳۳	اذان کے وقت حضور علیہ السلام کی تعلیم
۳۶	دین میں ایجادات مردود ہیں

- ۳۶ بہترین بات و سیرت اور بدترین گمراہی
- ۳۷ بریلوی اپنا ٹھکانہ جان لیں
- ۳۸ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شہید کی تحقیق
- ۳۸ انگوٹھا چومنے والی روایت کا بے وقوف راوی
- ۴۲ انگوٹھا چومنا صحابہؓ پر بداعتادی ہے
- ۴۴ مباح عمل میں بدعت کی آمیزش ہو تو وہ عمل ناجائز ہے
- ۴۵ مستحب عمل کو لازم سمجھنا گناہ اور بدعت ہے
- ۴۵ کفار سے مشابہت والا فعل ناجائز ہے
- ۴۶ سنت و بدعت میں تردد ہو جائے تو کیا کرے؟
- ۴۸ مفسر قرآن حضرت مولانا عبد الحمید سواتیؒ کی تحقیق
- ۴۸ انگوٹھا چومنے کی من گھڑت روایت
- ۴۸ ضعیف احادیث پر عمل کی شرائط
- ۵۰ انگوٹھا چومنے کا مسئلہ
- ۵۱ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی تحقیق
- ۵۲ احمد یار خان کی آج
- ۵۳ ایک وہم اور اس کا ازالہ

- ۵۴ ضعیف حدیث کی تحقیق
- ۵۷ احمد رضا خان کا بے ثبوت احادیث کے متعلق ارشاد
- ۶۳ بریلوں کا انجیل برنا باس پر اعتماد اور شریعت محمدی پر بد اعتمادی
- ۶۶ خاتمہ: وصیت حضرت مجدد الف ثانیؒ

## انتساب

اس کتاب کو اپنے روحانی استاذ، شیخ الحدیث، امام اہل سنت حضرت مولانا ابوالزہد محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کے نام معنون کرتا ہوں، جن کی کتابوں سے راقم الحروف نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ خاص کر اہل بدعت کی بدعات کا جو علمی رد انہوں نے کیا ہے اس پر میں انہیں سلام عقیدت پیش کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ انہیں ان کی علمی خدمات کے صلے میں خوب نوازے۔ جو علمی کام حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے کیے ہیں ان سے مجھ جیسے نہ جانے کتنے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور فرقہ باطلہ کے خلاف علمی محاذ پر ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس معاملے میں ہم حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے احسان مند ہیں اور رہیں گے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

خاکپائے اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی  
نعمان محمد امین



## اپنی بات

آج سے تقریباً دو مہینے پہلے کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز دوست جناب عبدالمتین کھتری کے موبائل پر ایک بریلوی کا sms آیا، جو ان کے تعلق والوں میں سے تھا۔ اس میسج میں ضعیف اور موضوع حدیث کو پیش کر کے اس بات کی تاکید کی جارہی تھی کہ اذان میں ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ کے الفاظ سن کر اپنے انگوٹھے چومیے۔

اس مسئلے پر اس بریلوی سے کافی علمی بحث ہوئی، آخر میں نے کہا:

”تم انگوٹھے چومنے کا عمل امام اعظم سیدنا ابوحنیفہؒ سے ثابت

کردو میں انگوٹھے چومنا شروع کر دوں گا۔“

آج قریب اس بات کو دو مہینے ہو گئے ہیں، وہ بریلوی اس بات کو ثابت نہیں کر پایا۔

خیر! اس سے نمٹنے کے بعد میں نے مارکیٹ میں اس کے رد پر کتابیں تلاش کیں تو مجھے اس کے رد پر مستقل لکھی گئی کوئی کتاب نہیں ملی۔ پھر اپنے بزرگوں اور علمائے دیوبند کی کتابوں میں جو کچھ ملا میں نے سوچا کہ اسے جمع کر کے باقاعدہ ایک مضمون کی شکل دے کر شائع کرایا جائے تاکہ یہ

بریلوی کسی کو تنگ کریں تو اس کے پاس بریلوی کو جواب دینے کے لیے مضبوط دلائل یک جا ہوں۔

بس اللہ رب العزت کا مجھ پر احسان ہوا جو اس نے مجھ سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، جس کا سہرا علمائے دیوبند کو ہی جاتا ہے۔ کیوں کہ انہیں کی کتابوں سے استفادہ کر کے یہ رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ برادرِ م حافظ تنویر احمد شریفی نے قدم قدم پر جس طرح میرا ساتھ دیا ہے میں صرف بدلے میں ان کے لیے دعا ہی کر سکتا ہوں۔  
باقی اس ناچیز نے ایک چھوٹی سی کوشش کی ہے، وہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

آپ کی نیک دعاؤں کا طالب

نعمان محمد امین

۱۷ اکتوبر ۲۰۰۸ء

## اذان

○ تاریخ ○ اہمیت ○ فضیلت ○ سبق

پس منظر:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دو نمازیں، فجر اور عصر فرض ہو چکی تھیں۔ سفر معراج میں اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں اس امت کے لیے تحفہ عطا فرمائیں جو ہم پر فرض ہیں۔ ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ مسلمانوں پر انتہائی ظلم و ستم کرتے تھے اور حرم محترم (مسجد الحرام) میں نماز پڑھنا بھی محال تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور ساتھ ساتھ شفقت یہ تھی کہ ظہر، عصر اور عشاء کی نماز کی دو رکعتیں پڑھنے کا حکم تھا۔

مشرکین کے ظلم و ستم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ مکرمہ چھوڑنے (ہجرت) کا حکم دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حدیث شریف حضرت امام بخاریؒ نے روایت کی ہے کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں کی رکعتیں حضر (حالت اقامت) میں چار چار اور سفر میں دو، دو رکعتیں کر دی گئیں۔

## نمازوں کی اطلاع کیسے ہو؟

۱۔ ھ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر جب مکمل ہو گئی تو مسلمان نمازوں کے لیے جمع ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن مصروفیات کے باعث ضرورت محسوس کی گئی کہ جماعت کا وقت قریب آنے پر عام اطلاع دی جائے، لیکن اس کا طریقہ کیا ہو؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مشورہ فرمایا۔ مشورے میں کسی نے کہا:

○..... اس کے لیے بہ طور علامت کوئی خاص جھنڈا بلند کیا جایا کرے۔

○..... کسی بلند جگہ آگ روشن کی جائے۔

○..... یہودیوں کی طرح بوق (بھونپو) بجایا جائے۔

قربان جائے ہمارے دین کے، کتنا خیال رکھا گیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آگ کے روشن کرنے سے مجوسیوں کے ساتھ، بھونپو بجانے سے یہودیوں کے ساتھ اور گھنٹا بجانے سے نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوگی، جس کی وجہ سے اہل اسلام اور ان مذاہب والوں میں فرق مشکل ہو جائے گا، اس لیے یہ طریقے ناپسند فرمادیئے۔ رہا جھنڈا بلند کرنا، یہ بھی کوئی خاص علامت نہیں۔

حضور علیہ السلام اور مسلمانوں کی یہ مجلس شوریٰ بغیر کسی نتیجے پر پہنچے



برخواست ہو گئی۔ آپ اس مسئلے میں متفکر رہے اور اس فکر مندی میں بعض صحابہ متفکر ہو گئے۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ سب سے زیادہ اس فکر کا اثر حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبد ربہ رضی اللہ عنہ پر تھا۔

سنن ابی داؤد اور سنن الدارمی میں ایک طویل حدیث ہے کہ ”حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبد ربہ“ کے صاحب زادے حضرت محمد بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ماجد عبداللہ ابن زید نے مجھ سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس کے لیے فرمایا کہ وہ بنوایا جائے، تاکہ اس کے ذریعے نماز باجماعت کا اعلان لوگوں کے لیے کیا جائے تو خواب میں میرے سامنے ایک شخص آیا، جو اپنے ہاتھ میں ناقوس لیے ہوئے تھا، میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! یہ ناقوس تم بیچتے ہو؟ اس نے کہا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے اعلان کر کے لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کریں گے۔ اس نے کہا: کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتا دوں جو اس کام کے لیے اس سے بہتر ہے۔ میں نے کہا: ہاں! ضرور بتائیے۔ اس نے کہا کہو: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ۝ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ ۝ حَتّٰی عَلٰی الصَّلٰوۃ ۝ حَتّٰی عَلٰی



الْفَلَاحِ ۝ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۝

حضرت عبداللہ ابن زید فرماتے ہیں کہ یہ پوری اذان بتا کے وہ شخص مجھ سے تھوڑی دور پیچھے ہٹ گیا اور تھوڑے توقف کے بعد اس نے کہا: پھر جب نماز قائم کرو تو اقامت اس طرح کہو: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۝ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ۝ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۝ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ ۝ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.....

حضرت عبداللہ ابن زید فرماتے ہیں کہ جیسے ہی صبح ہوئی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ آپ کو بتایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ رویائے حق (سچا خواب) ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ تم (حضرت) بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کلمات کی تلقین کرو جو خواب میں تم نے دیکھے ہیں اور وہ پکار کے ان کلمات کے ذریعے اذان کہیں، کیوں کہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ تو میں (حضرت) بلالؓ کے ساتھ کھڑا ہوا، میں ان کلمات کی تلقین کرتا تھا اور وہ اذان دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن زیدؓ فرماتے ہیں کہ (حضرت) عمر ابن الخطابؓ نے اپنے گھر میں (اذان کے کلمات کو) سنا تو وہ جلدی میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے نکلے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہے تھے: قسم اس پاک ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں نے ویسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا (حضرت) عبداللہ ابن زیدؓ نے دیکھا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **فللہ الحمد**“

(بہ حوالہ معارف الحدیث: ج ۳ ص ۶-۱۴۵)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس حدیث سے متعلق دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اس میں حضرت عبداللہ ابن زیدؓ کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اعلان کے واسطے ناقوس بنوانے کے لیے فرمایا تھا اور حضرت انسؓ کے صاحب زادے حضرت ابوعمیرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے جب ناقوس کی تجویز پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ”وہ نصاریٰ کی چیز ہے۔“ اس عاجز (مولانا نعمانی) کے نزدیک اس اختلاف روایت کی صحیح تو جیہہ یہ ہے کہ نماز کے اعلان کے لیے جو چند تجویزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تھیں اُن میں سے جھنڈے والی اور آگ

روشن کرنے والی اور یہودیوں کے زنگھے والی تجویزوں کے متعلق تو آپ نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرما کر واضح طور پر ان کو منظور کر دیا تھا اور اسی لیے ان میں سے ہر تجویز کے بعد کوئی دوسری تجویز پیش کی گئی، لیکن ناقوس والی آخری تجویز کے بارے میں آپ نے صرف یہ فرمایا کہ ”ہومن امر النصاری“ (وہ نصاریٰ کی چیز ہے) اور کوئی ایسا لفظ نہیں فرمایا جس سے واضح طور پر اس کی نامظوری سمجھی جاتی۔ ممکن ہے کہ آپ کے اُس وقت کے لب و لہجے سے بھی بعض صحابہ کرامؓ نے یہ سمجھا ہو کہ دوسری تجاویز کے مقابلے میں آپ کے نزدیک اس تجویز کو کچھ ترجیح ہے اور اس بنا پر انہوں نے یہ خیال کر لیا ہو کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادل ناخواستہ اس تجویز کو قبول فرمالیا ہے اور جب تک کہ کوئی اور بہتر تجویز سامنے نہ آئے فی الحال ناقوس والی تجویز ہی پر عمل ہوگا (اور غالباً اسی لیے اس کے بعد کسی کی طرف سے کوئی اور تجویز نہیں پیش کی گئی)۔ بہر حال اس عاجز کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے غالباً اسی صورت کو ”أمر بالناقوس“ سے تعبیر فرمادیا ہے۔ کبھی کبھی کسی چیز کی اجازت اور اختیار دینے کو بھی امر سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی مثالیں بہ کثرت موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دوسری وضاحت طلب بات اس حدیث میں یہ ہے کہ اذان میں جو کلمات دو دفعہ کہے گئے تھے اقامت میں ان کو صرف ایک دفعہ کہا گیا ہے۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اقامت میں ان کلمات کے ایک ہی دفعہ کہنے کا حکم تھا۔ لیکن بعض دوسری حدیثوں میں اذان کی طرح اقامت میں بھی ان کلمات کا دو دفعہ کہنا وارد ہوا ہے۔ بعض ائمہ نے اپنے اصول اور اپنی معلومات کی بنا پر ایک ایک دفعہ والی روایات کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دوسری قسم کی روایات کو، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اقامت کی یہ دونوں صورتیں ثابت ہیں اور اختلاف صرف ترجیح اور افضلیت میں کیا جاسکتا ہے۔“

(معارف الحدیث: ج ۳، ص ۸-۱۴۶)

### کلمات اذان کی ترکیب و ترتیب:

اذان کے کلمات کی ترکیب و ترتیب نہایت عجیب انداز میں ہے۔ چند کلمات میں اسلام کے تین بنیادی اصول توحید، رسالت اور آخرت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ میں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عظمت و کبریائی، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں توحید کا اثبات اور شرک کی نفی،



أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فِي اثْبَاتِ رِسَالَتِهِ وَأَنَّ اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت کا طریقہ ہمیں بھی برحق کے ذریعے معلوم ہوا (صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ)۔

اعلان توحید و رسالت کے بعد لوگوں کو سب سے افضل اور بہترین عبادت کی طرف جی علی الصلوٰۃ کہہ کر دعوت دی گئی۔ اس کے بعد جی علی الفلاح کے نپے تلے جملے کہہ کر ہمیشہ کی فلاح و کامیابی کی طرف بلایا گیا، جس سے معاد یعنی آخرت کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے کہ اگر بقائے دوام اور ہمیشہ کی بہبودی اور کامیابی چاہتے ہو تو مولائے حقیقی کی اطاعت اور بندگی میں لگ جاؤ۔

آخر میں اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہ اللہ سب سے اعلیٰ و برتر ہے، اس کے سوا کوئی معبود اور بندگی و عبادت کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جسے عقل سلیم عطا فرمائی ہے وہ کلمات اذان کا ایک سرسری ترجمہ دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ اذان سراسر دعوت حق اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والی آواز ہے۔ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ اور ہنود وغیرہ کا بوق و ناقوس اور گھنٹہ و سنگھ سب کھیل تماشے ہیں۔ باری تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کی الوہیت و وحدانیت کے اعلان سے بندہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ گھنٹوں اور طبلوں کی آواز سے کبھی نہیں پہنچ سکتا۔



خواب کے ذریعے حکم اذان کی حکمت:

اذان کی مشروعیت خواب کے ذریعے ہوئی۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ براہ راست وحی کے ذریعے بھی حکم فرما سکتے تھے۔

اہل علم نے اس کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اذان میں حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا اعلان بھی ہے اور آپ کی نبوت و رسالت کی اشاعت بھرپور طریقے سے کرنا اور آپ کے اس دین حق کی طرف دعوت دینا یہ خادموں اور غلاموں کا فریضہ ہے۔ اگرچہ اذان کے کلمات حضور علیہ السلام کو شب معراج میں آسمان پر سنا دیئے گئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت امام سیوطیؒ نے الخصائص الکبریٰ میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

(ج ۱، ص ۱۶۴)

اسی طرح حضرت اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آسمان میں اذان دی اور مجھ کو امامت کے لیے آگے کیا۔ بس میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔

(الخصائص الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۷۶)

اذان کی فضیلت:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”جس نے سات سال تک اذان دی اللہ تعالیٰ سے ثواب و اجر طلب

کرتے ہوئے، اس کے لیے دوزخ سے برأت لکھ دی جائے گی۔“

(جامع ترمذی: ص ۵۷۔ سنن ابن ماجہ: ص ۵۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”موذن کی آواز کو جہاں تک بھی کوئی جن، انسان یا کوئی چیز سنے گی تو

اس کے لیے قیامت کے دن گواہی دے گی۔“

(صحیح بخاری: ج ۱، ص ۸۶)

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا:

”موذن قیامت والے دن بلند گردنوں والے ہوں گے (یعنی خاص

نورانیت سے نمایاں ہوں گے۔“ (صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۶۷)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

”جس وقت نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پشت پھیر کر

گرز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے، اتنا دور کہ وہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔

پھر جب اذان ختم ہوتی ہے تو آ جاتا ہے۔ جب اقامت (تکبیر)

ہوتی ہے تو پھر اسی طرح بھاگتا ہے، جب ختم ہوتی ہے تو آ جاتا ہے۔

یہاں تک کہ آدمی اور اس کے جی میں خیالات ڈالتا ہے، وسوسہ

اندازی کرتا ہے، فلاں چیز کو یاد کرو، فلاں بات کو یاد کرو۔ یہاں تک کہ نماز پڑھنے والا شبہ میں پڑ جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔“ (صحیح بخاری: ج ۱، ص ۸۵۔ صحیح مسلم: ج ۱، ص ۱۶۸)

## چند مسائل:

- فرائض خمسہ (فرض عین) اور جمعہ کی نماز کے علاوہ کسی نماز سنن، وتر، تراویح، عیدین، استسقاء، جنازہ اور نوافل (ماسوائے تہجد کے وہ بھی صرف رمضان میں) اذان و اقامت کا حکم نہیں ہے۔
- خطرے کے وقت شیاطین اور جنات کو بھگانے کے لیے اذان ثابت ہے۔
- نومولود بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت مستحب ہے۔
- میت کے دفن کرنے کے وقت یا دفن کے بعد قبر کے پاس اذان دینا بدعت ہے۔
- اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں رکھنا مستحب ہے۔
- اذان کے کلمات آرام آرام سے اور اقامت کے کلمات جلدی کہنا چاہیے۔
- مؤذن کے لیے مسائل ضروریہ نیز نماز کے اوقات سے واقفیت ضروری ہے۔ اگر جاہل ناواقف شخص اذان دے تو اسے مؤذنین کے برابر ثواب نہیں ملے گا۔

○ مؤذن عاقل، بالغ اور مرد ہو۔ اگر عورت اور نا سمجھ بچہ اذان دے گا تو اعادہ کرنا پڑے گا۔

○ دس بارہ سال کا سمجھ دار لڑکا اذان دے سکتا ہے۔

○ اذان قبلہ رخ ہو کر کہنا مستحب ہے۔

○ اذان مسجد کے باہر دینا مستحب ہے۔

○ با وضو اذان کہنا مستحب ہے اور بغیر وضو اگرچہ ہو جاتی ہے لیکن اس کی عادت بنانا بہت بری بات ہے۔

○ جنابت کی حالت میں اذان کہنا مکروہ تحریمی ہے۔ ایسی اذان کا اعادہ واجب ہے۔

○ اذان کے کلمات عربی میں ہونے ضروری ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ دوسری زبانوں میں یا اذان کے کلمات کے علاوہ عربی زبان ہی کے دوسرے کلمات ادا کرنے سے اذان نہ ہوگی۔

○ کوئی شخص اذان و اقامت غلط کہے تو اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔

○ جو لوگ گھر میں نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے محلے کی مسجد کی اذان کافی ہے۔

○ سفر میں نماز کے لیے اذان کہنا سنت ہے۔

○ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد تمام کاروبار بند کر دینے چاہئیں۔ پہلی اذان کے بعد دکان / آفس کھلا رکھنا جائز ہے۔ اس وقت جو خرید و فروخت ہوگی وہ مکروہ



تحریکی ہے۔ البتہ دوسری اذان کے بعد کسی کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔

○ وقت سے پہلے دی ہوئی اذان نہیں ہوتی۔ ایسی اذان کا اعادہ ضروری ہے۔

○ اذان سننے والا مرد ہو یا عورت، طاہر و غیر طاہر، اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔

○ اذان کا جواب بھی احادیث میں سکھایا گیا ہے، اس میں کسی چیز کی کمی بیشی

اور طریقے میں فرق کرنا بدعت ہے۔

○ جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا جائز نہیں۔

○ اذان کے بعد مؤذن اور سامع کے لیے درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ

پڑھنا سنت ہے۔

○ سات صورتوں میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیئے۔

۱۔ نماز کی حالت میں

۲۔ خطبے کی حالت میں

۳۔ وظیفہ زوجیت کے وقت

۴۔ قضائے حاجت کے وقت

۵۔ حیض و نفاس کی حالت میں

۶۔ علم دین کے درس و تدریس کے وقت

۷۔ کھانا کھانے کے وقت

قارئین کرام! اذان کی تاریخ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے



ارشادات فضیلت اور طریقہ تعلیم آپ نے پڑھے۔ اس میں کہیں بھی موجودہ دور کی ”خرافات اذان“ کا ذکر نہیں ہے۔ نہ صلوٰۃ و سلام اذان کے ساتھ پڑھنے کا، نہ اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنے کا اور نہ قبر پر اذان پڑھنا وغیرہ۔ یہ ساری ایجادات بعد میں انگریز ملعون کے تخلیق کردہ ایک خاص فرقے کی ایجاد ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم اول حضرت مولانا عزیز الرحمن عثمانی سے کسی نے سوال کیا تو آپ نے فتویٰ اس طرح دیا:

**سوال:** اشہدان محمد رسول اللہ سن کر قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہہ کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟

**جواب:** ”بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اشہدان محمد رسول اللہ سن کر قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے اور بعض روایات اس بارے میں نقل کی ہیں جو ثابت نہیں ہے۔ پس ترک اس کا احوط ہے۔ بہ وقت اذان جو کلمات منقول ہیں اس کو معمول بہ بنانا چاہیے۔ احداث فی الدین (دین میں نئی بات نکالنا) نہ کرے۔ فقط“

یہاں تک حضرت مفتی صاحب ”کا جواب ہے اس کی مزید توضیح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمائی:

”جواب صحیح ہے۔ اس سوال کے متعلق یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ بعض

احادیث موقوفہ بھی اس باب میں آئی ہیں۔ قطع نظر صحت سند کے اس میں دو امر قابل لحاظ ہیں۔

ایک یہ کہ ان روایات میں یہ عمل بہ طور علاج و حفاظتِ رمد (ایک بیماری جس میں آنکھیں سرخ رہتی ہیں) کے آیا ہے، جو ایک امر دنیوی ہے۔ اس میں کوئی فضیلت و غیرہ ثواب کی نہیں اور اب لوگ اس کو ثواب و تعظیمِ نبوی کہ امر دینی سمجھ کر کرتے ہیں اور تداوی (علاج کرنے) کو عبادت سمجھنا بدعت ہے۔ اس لیے یہ اعتقاد سے بدعت ہوگا۔

دوم یہ کہ کرنے والے اس کا التزام (کسی بات کو لازم کر لینا) عملی و اعتقادی کرتے ہیں اور تارک (چھوڑنے والے) کو مطعون (بدنام) سمجھتے ہیں۔ فقط“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ج ۲، ص ۶-۱۲۵)

احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ:

جو فرقہ دین و شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انگوٹھے چومنے کو عبادت اور نہ چومنے والے کو وہابی کہتے ہیں، وہ ذرا غور و فکر کریں۔ ان کے امام و پیشوا، جن کا مذہب ان کی کتابوں سے اظہر من الشمس ہے اور اس کو لازم پکڑنا دین و شریعت سے بھی زیادہ ضروری ہے، وہ انگوٹھا چومنے کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں۔

ان کا فتویٰ مستحکم بہ ”ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال“ نوری بک

ڈپو، بالمقابل دربار داتا صاحب، لاہور کی شائع کردہ کتاب ”مذہب اہل سنت والجماعت عقائد علمائے اہل سنت“ کے صفحہ ۶۶۹ پر موجود ہے۔ جس پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔ اس فتوے کا سرورق اور ص ۶۶۹ کا عکس شائع کیا جا رہا ہے، تا کہ سند رہے۔

انگوٹھے چومنے کے مسئلے پر برادر عزیز نعمان محمد امین زید فضلہ نے ہمارے اکابر علمائے کرام کی تحقیقات کو جمع کیا ہے، جو آپ کے پیش نظر ہے۔ اس میں اس مسئلے کو نہایت واضح کر دیا گیا ہے۔ اب بھی جو اس کو تسلیم نہ کرے اور ضد پر اڑا رہے کہ دین کا حصہ ہے تو وہ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (الایہ) کا انکاری ہے۔ قرآن کریم کے ایک حرف کا انکار بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کام کو شرف قبولیت عطا فرمائے، ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے اور اپنے دین کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تنویر احمد شریفی عفی عنہ

۳۰/شوال المکرم ۱۴۲۹ھ

۳۰/اکتوبر ۲۰۰۸ء

سرورق کا عکس

طوائف کا نام اور الٹا عکس کا فرق ہے۔ سنائی میں کہہ  
نیزت کو بڑی پرستش ہے کہ اُسے اس سال سے جو ہار  
سے بنام نامہ دینی

# ابن المقال

فی

## استحسان قبلہ الاجلال

انقلابات

مجلس اہل سنت اہل سنت و جماعت کے شاہکار و جامع ترین و سب سے

نویسندگان نے یہ کتاب لکھی ہے اور اس میں

ابن المقال



سوال و جواب کا عکس

۱۴۰۰ھ

۱۹۹

۱۴۰۰ھ

اذان کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا  
کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں

مولوی احمد رضا بریلوی کا فتویٰ

۱۹

مسئلہ: اذان کے وقت آنکھوں پر رکھنا۔ کہ وقت اذان میں وقت نہ تھا  
یہ بھی آیت پڑھنے کے وقت اگر ٹھہرے ہیں اور ملازمی دست  
لکھائی۔ یہ حدیث شریف سے ثابت کرتے ہیں۔ آیہ قل دست ہم  
ہمیں بیزا آئے۔

الجواب:۔ اذان میں وقت اذان نام حکم صاحب لا کہل  
آفاق علیہ وسلم کہل کے نام سے آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث سے  
ثابت نہیں۔ بلکہ اس میں روایت کیا جاتا ہے کہ  
خدا پروردگار نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ  
کہ اگر کوئی شخص اذان کے وقت آنکھوں پر رکھنا



## دیوبندی اور بریلوی اختلافات کا فرق

دیوبندیوں اور بریلویوں کے درمیان اختلافی مسائل کوئی نئے بات نہیں، لیکن جب دیوبندی کسی مسئلے پر دلیل پیش کرتے ہیں تو قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہ حنفی سے پیش کرتے ہیں، جب کہ بریلویوں کی گاڑی ضعیف اور موضوع حدیث اور ان کے آکے حضرت کے قول سے چلتی ہے۔ باقی رہی فقہ حنفی کی بات تو وہ ان کے لیے حجت نہیں۔

آپ کہیں گے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں، کیوں کہ بریلوی تو اپنے آپ کو ”اہل سنت والجماعت حنفی“ کہتے ہیں۔ حنفی تو ان کے مذہب کا حصہ ہے۔ الحمد للہ! دیوبندی بغیر دلیل کے کوئی بات نہیں کرتے۔

بریلویوں کے مفتی حمد یار خان گجراتی اپنے رضا خانی مذہب کی نمائندگی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”امام ابو حنیفہؒ کی مسئلہ عقائد میں تقلید نہیں ہوئی“

(جاء الحق: ص ۱۲۷)

اب اس سے دو باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں:

۱:..... حضرت امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عقائد معاذ اللہ درست نہیں تھے، اسی وجہ سے بریلوی ان کی تقلید عقائد میں نہیں کرتے۔

۲:..... یا یہ ماننا پڑے گا کہ ان بریلویوں کے عقائد ہی بالکل الگ اور نراے ہیں، اسی وجہ سے وہ صحیح عقائد جو حضرت امام اعظم سیدنا ابوحنیفہؒ کے ہیں اس کی تقلید نہیں کرتے۔

ایک جدید مذہب:

اب یہاں ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ عقائد کا تعلق تو مذہب سے ہوتا ہے، کیا ان بریلویوں کا کوئی الگ مذہب ہے؟  
اس کا جواب ہے ”جی ہاں۔“

اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بریلوی مذہب کے بانی اپنی موت سے دو گھنٹہ دس منٹ پہلے یہ وصیت کر کے گئے تھے کہ

”تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“  
(وصایا شریف: ص ۹)

اب یہاں بہت ہی صاف اور واضح لفظوں میں لکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے شریعت کا اتباع نہ چھوڑو۔ شریعت نام ہے قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس کا اور ہمارے مذہب کا مدار یہی ہے۔ لیکن احمد رضا خان بریلوی کہتے ہیں کہ ”میرا دین و مذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے۔“ تو اس کا

مطلب تو یہی ہوا کہ شریعت اور احمد رضا بریلوی کا دین و مذہب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

موصوف شریعت کے لیے تو کہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے شریعت پر عمل کرنا، لیکن میرے مذہب پر عمل کرنا تو ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ یعنی اپنے دین و مذہب کو احمد رضا بریلوی شریعت پر نہ صرف فوقیت دیتے ہیں بلکہ ہر فرض (کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور حقوق العباد وغیرہ) سے اہم فرض قرار دیتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس مذہب پر میں کچھ لکھنے بیٹھوں گا تو بات طویل ہو جائے گی اور اصل موضوع رہ جائے گا۔ اس لیے جو حضرات بریلوی مذہب کی حقیقت کا سرسری مطالعہ کرنا چاہتے ہوں وہ حضرت مولانا محمد فاضل کی کتاب ”پاگلوں کی کہانی“ اور جو تفصیل سے جاننا چاہتے ہیں وہ حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہ کی کتاب ”مطالعہ بریلویت“ کا مطالعہ فرمائیں۔

## انگوٹھے چومنے کا مسئلہ دیوبند کی عدالت میں

حضور علیہ السلام کے اقوال و افعال پوشیدہ نہیں:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو پردہ خفا (پوشیدہ) اور امت کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہو۔ آپ کی ایک ایک ادا، ایک ایک فعل اور نشست و برخاست غرض کہ کوئی بھی آپ کا قول و فعل پوشیدہ نہیں۔

اذان جیسی عبادت جو دن میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی تھی اور ہجرت کے بعد تقریباً دس سال مدینہ طیبہ میں آپ کے سامنے ہوتی رہی اور اذان کے کلمات نیز اذان دینے والوں کے نام اور اذان کی جملہ کیفیات احادیث کے ذخیرے میں موجود ہیں، مگر کسی بھی صحیح روایت میں اس کا ذکر نہیں کہ اذان سنتے وقت انگوٹھے چومنے چاہئیں۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی محمد سے ہی محبت ہے (اور ہر مسلمان کو ہونی بھی چاہیے، ایمان کی علامت ہے) تو اذان دینے والے کے منہ کو چومنا چاہیے، جس کے مبارک ہونٹوں اور زبان سے یہ مبارک نام نکلا ہے۔ اپنے انگوٹھے تو ہر وقت ساتھ ہی رہتے ہیں، نہ تو ان سے آپ کا اسم گرامی نکلتا ہے اور نہ ان پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جب اس فعل کا



صحیح احادیث سے ثبوت ہی نہیں (اور اذان جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور خیر القرون میں بھی ہوتی رہی ہے) تو پھر انگوٹھے چومنے کو آج کیسے دین کہا جاسکتا ہے اور کس طرح اس کو دین کی نشانی بنانا درست ہے اور نہ کرنے والوں کو کیوں کر ملامت کرنا جائز ہو سکتا ہے؟ جب کہ احادیث کی بے شمار کتابیں ہیں اور ان میں باقاعدہ ایک باب ”باب الأذان“ موجود ہے، ان میں کوئی بھی ایک صحیح حدیث موجود نہیں جو کہ اذان کے وقت ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ پراگوٹھے چومنے پر دلالت کرتی ہو۔

اذان کے وقت حضور علیہ السلام کی تعلیم:

حدیث میں آتا ہے:

۱:..... عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ  
(مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۶۴)

”حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔“

دوسری حدیث میں واضح طور پر جواب کا طریقہ بتلایا ہے:

۲:..... عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمْ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ (مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۶۵)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن جس طرح کہے اسی طرح جواب دو، صرف حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ پر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پڑھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ پر بھی جواب أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ کہنا ہے نہ کہ صرف ”صلی اللہ علیہ وسلم“ اور نہ انگوٹھا چومنا۔ جو لوگ اس طرح کرتے ہیں یعنی ”صلی اللہ علیہ وسلم“

وسلم“ اور انگوٹھے چومتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ پر یہ حضرات حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو انگوٹھے چومتے ہیں وہ صرف انگوٹھے کو ہی چومتے ہیں، اگر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو چومتے نہ کہ صرف انگوٹھے کو۔

۳:..... ”صبح کی اذان میں الصَّلٰوۃُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتُ وَبَرَزْتُ کے الفاظ کہو۔“

(کتاب الاذکار للنووی: ص ۳۷)

۴:..... ”اقامت (تکبیر) میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا کے الفاظ کہے جائیں۔“ (سنن ابی داؤد: ج ۱، ص ۷۸)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بریلویوں کی ایجاد انگوٹھا چومنا ہے اور یہ دین کا حصہ بنایا گیا ہے۔ جس کا ثبوت نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے، نہ تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور نہ محدثین و فقہار رحمہم اللہ سے۔

جب شریعت میں اس کا ثبوت ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ دین میں یہ ایجاد ہے اور حضور علیہ السلام پر بداعتمادی کا اظہار بھی ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

وہ دین صحیح نہیں لائے، یہ بریلوی اس کو پورا کر رہے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے جو وعیدیں بیان فرمائیں۔ وہ بھی پڑھ کر ایمان پختہ کر لیجیے۔  
دین میں ایجادات مردود ہیں:

۱: عَنْ عَائِشَةَ ۞ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (صحیح بخاری: ج ۱، ص ۳۷۱۔ صحیح مسلم: ج ۲، ص ۷۷)

”ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی جو دین میں نہیں تو وہ بات مردود ہے۔“

بہترین بات وسیرت اور بدترین گم راہی:

۲: عَنْ جَابِرٍ ۞ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (صحیح مسلم: ج ۱، ص ۲۸۴)

”حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اما بعد! بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین



سیرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور بدترین باتیں وہ نئی نئی نکالی ہوئی ہیں دین میں اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔

بریلوی اپنا ٹھکانا جان لیں:

۳: عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ وَعَلِيِّ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مَنْ يَكْذِبْ عَلَى يَلِجَ النَّارَ (صحیح بخاری: ج ۱، ص ۲۱۔ صحیح مسلم: ج ۱، ص ۷)

”حضرت مغیرہ ابن شعبہ، حضرت علی، حضرت انسؓ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا پس وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تیار کرے، یا یہ فرمایا کہ جو مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔“

## حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی تحقیق

احادیث میں اذان کی اجابت کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ سکھلایا ہے وہ بالکل واضح ہے۔ اس کو چھوڑ کر ان ضعیف اور منکر روایات پر عمل کرنا انتہائی درجے کی سینہ زوری اور مکابرہ (مقابلہ/جھگڑا کرنا) ہے۔

انگوٹھا چومنے والی روایت کا بے وقوف راوی:

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں جو یہ بات منقول ہے کہ

قَبْلَ بَاطِنِ الْأَنْعَمَتَيْنِ السَّبَاحَتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ  
فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا  
فَعَلَ خَلِيلِي فَقَدْ حَلَّتْ شَفَاعَتِي

”انہوں نے اپنے شہادت کی انگلیوں کے باطن (اندر کے) حصے کو چوما اور آنکھ پر لگایا تو آپ نے فرمایا جو شخص بھی اس طرح عمل کرے گا جو میرے دوست نے کیا تو میری شفاعت اس کے لیے واجب ہو جائے گی“

بد قسمتی سے اس میں تین شرطوں:

(۱) روایت بہت زیادہ کم زور نہ ہو، مثلاً اس کا راوی جھوٹا یا جھوٹ سے متہم نہ ہو

(۲) وہ چیز شریعت کے کسی عام اصول کے تحت ہو

(۳) اس کو سنت نہ سمجھا جائے،

میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی۔

اول تو وہ روایت ایسی مہمل ہے کہ ماہرین علم حدیث نے اسے موضوع اور من گھڑت کہا ہے۔

دوسرے یہ روایت اصل دین میں سے کسی اصل کے تحت داخل نہیں۔  
تیسرے اس کو کرنے والے نہ صرف سنت سمجھتے ہیں بلکہ دین کا اعلیٰ ترین شعار (نشانی) تصور کرتے ہیں اور حضرت علامہ شامیؒ اور دیگر اکابر نے ایسا کرنے کو افتراء علی الرسول (رسول کی طرف نسبت کر کے جھوٹ بولنا) قرار دیا ہے۔

جس شخص نے یہ روایت گھڑی ہے اس نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے یہ نہیں سوچا کہ اذان و اقامت دن میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ روزانہ دس مرتبہ دہرائی جاتی ہے۔ اب اگر اذان و اقامت کے وقت انگوٹھے چومنا سنت ہوتا تو جس طرح اذان و اقامت مسلمانوں میں متواتر چلی آتی ہے اور مناروں پر گونجتی ہے اسی طرح یہ عمل بھی مسلمانوں میں متواتر ہوتا؟ حدیث

کی ساری کتابوں میں اس کو درج کیا جاتا اور مشرق سے مغرب تک پوری امت اس پر عمل پیرا ہوتی؟

علمائے امت نے تصریح کی ہے کہ امت کے عملی تواثر کے مقابلے میں صحیح ترین حدیث بھی موجود ہو تو اس کو یا منسوخ سمجھا جائے گا یا اس کی کوئی مناسب تاویل کی جائے گی۔

بہر حال ایک متواتر عمل کے مقابلے میں کسی روایت پر عمل کرنا صحیح نہیں۔ حضرت امام ابو بکر بھٹاویؒ نے ”احکام القرآن“ میں اس قاعدے کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اسی بنا پر ہمارے ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر مطلع بالکل صاف ہو تو رمضان اور عید کے چاند کے لیے ایک دو آدمیوں کی شہادت کافی نہیں، بلکہ شہادت دینے والی اتنی بڑی جماعت ہونی چاہیے کہ غلطی کا احتمال نہ رہے۔ اس لیے کہ اکاؤنٹ آدمی کی شہادت پر اعتماد کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس علاقے کے لاکھوں انسانوں کو گویا اندھا فرض کر رہے ہیں۔ (احکام القرآن)

حضرت امام سرخسیؒ کسی روایت کے انقطاع معنوی (معنوی طور پر کٹ جانا) کی چار صورتیں قرار دیتے ہیں:

اول: وہ کتاب اللہ کے خلاف ہو،

دوم: سنت متواترہ یا مشہورہ کے خلاف ہو،



سوم: ایسے مسئلے میں جس کی ضرورت ہر خاص و عام کو ہے وہ امت کے تعامل کے خلاف ہو،

چہارم: سلف میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا، مگر کسی نے اس کا حوالہ نہ دیا۔  
(اصول سرحسی: ج ۱، ص ۳۶۴)

دوسری صورت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَكَذَلِكَ الْغَرِيبُ مِنْ أَخْبَارِ الْأَحَادِ إِذَا خَالَفَ  
السُّنَّةَ الْمَشْهُورَةَ فَهُوَ مُنْقَطِعٌ فِي حُكْمِ الْعَمَلِ  
بِهِ. لِأَنَّ مَا يَكُونُ مُتَوَاتِرًا مِنَ السُّنَّةِ أَوْ مُسْتَفِيزًا  
أَوْ مُجْمَعًا عَلَيْهِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْكِتَابِ فِي ثُبُوتِ  
عِلْمِ الْيَقِينِ، وَمَا فِيهِ شُبْهَةٌ فَهُوَ مَرْدُودٌ فِي  
مُقَابَلَةِ عِلْمِ الْيَقِينِ (ص ۳۶۶)

”اسی طرح ایسی خبر واحد جس کا راوی صرف ایک ہو، جب سنت مشہورہ کے خلاف ہو تو (وہ صحیح الاسناد ہونے کے باوجود) عمل کے حق میں منقطع تصور ہوگی۔ کیوں کہ جو سنت کہ متواتر، مستفیض اور مجمع علیہ ہو وہ علم الیقین کے ثبوت میں بہ منزلہ کتاب اللہ کے ہے اور جس چیز میں شبہ ہو وہ علم الیقین کے مقابلے میں مردود ہے۔“

اس کے ذیل میں حضرت امام سرحسیؒ نے بڑے پتے کی بات لکھی ہے

اور دراصل اسی کو یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں:

فَفِي هَذَا النُّوعَيْنِ مِنَ الْإِتِّقَادِ لِلْحَدِيثِ عِلْمٌ  
كَثِيرٌ وَصِيَانَةٌ لِلدِّينِ بِلَيْغَةٍ، فَإِنَّ أَصْلَ الْبِدْعِ  
وَالْأَهْوَاءِ إِنَّمَا ظَهَرَ مِنْ قَبْلِ تَرْكِ عَرْضِ أَخْبَارِ  
الْأَحَادِ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُورَةِ

”روایات کو ان دونوں طریقوں سے پرکھنا بہت بڑا علم ہے  
اور دین کی بہترین حفاظت بھی۔ کیوں کہ بدعات  
و خواہشات کی اصل یہیں سے ظاہر ہوئی کہ ان افواہی  
روایات کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ سے نہیں جانچا گیا۔“

آپ غور کریں گے تو تمام بدعات کی جڑ یہی ہے کہ کتاب اللہ، سنت  
رسول اللہ اور امت کے عملی قواعد سے آنکھیں بند کر کے ادھر ادھر سے گر  
پڑی باتوں کو اٹھا کر انہیں دین بنا لیا گیا اور پھر کتاب و سنت کو اس پر چسپاں  
کیا جانے لگا۔

انگوٹھے چومنا صحابہؓ پر بداعت مادی ہے:

حضرت امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ قَوْمًا جَعَلُوهَا أَصْلًا مَعَ الشُّبْهَةِ فِي اتِّصَالِهَا  
بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ أَنَّهَا لَا

تُوجِبُ عِلْمَ الْيَقِينِ ثُمَّ تَأَوَّلُوا عَلَيْهَا الْكِتَابَ  
وَالسُّنَّةَ الْمَشْهُورَةَ وَجَعَلُوا التَّبَعِ مَتَّبِعًا،  
وَجَعَلُوا الْأَسَاسَ مَا هُوَ غَيْرُ مُتَيَقِّنٍ بِهِ، فَوَقَعُوا  
فِي الْأَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ (ص ۳۶۷)

”چنانچہ کچھ لوگوں نے ان شاذ روایات کو اصل بنالیا،  
حالاں کہ ان کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
نسبت مشتبہ (شک والی) تھی اور باوجودے کہ ان سے یقینی  
علم حاصل نہیں ہوتا اور پھر کتاب اللہ اور سنت مشہورہ میں  
تاویلیں کر کے اس پر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔ پس  
انہوں نے تابع (ماتحت) کو متبوع اور غیر یقینی چیز کو بنیاد  
بنالیا۔ اس طرح اہوا و بدعات کے گڑھے میں جا گرے“

ٹھیک اسی معیار پر انگوٹھے چومنے کی اس بے اصل روایت کا قصہ  
بالکل جعلی ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس کو صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا  
مطلب یہ ہوگا کہ ہم حضرات صحابہؓ و تابعینؓ اور بعد کی ساری امت کے تعامل  
کو جھٹلا رہے ہیں۔ کیوں کہ اگر اس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
دی ہوتی تو ناممکن تھا کہ صحابہؓ و تابعینؓ کی پوری جماعت دن میں دس مرتبہ اس  
پر عمل نہ کرتی؟ اور ناممکن تھا کہ تمام کتب حدیث میں اس کو جگہ نہ ملتی۔

مباح عمل میں بدعت کی آمیزش ہو تو وہ عمل ناجائز ہے:

جو عمل بہ ذات خود مباح ہو مگر اس میں بدعت کی آمیزش ہو جائے یا اس کو سنت سمجھا جانے لگے تو اس کا کرنا جائز نہیں۔

حدیث و فقہ کی کتابوں میں اس قاعدے کی بہت مثالیں مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے ائمہ احناف نے نمازوں کے بعد سجدہ شکر ادا کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (عالمگیری: ج ۱، ص ۱۳۶۔ فتاویٰ شامی: ج ۱۲، ص ۴۰)

در مختار (قبیل صلوٰۃ المسافر) وغیرہ میں ہے:

سَجْدَةُ الشُّكْرِ مُسْتَحَبَّةٌ. بِهٖ يُفْتٰی، لٰكِنَّهَا تَكْرَهُ

بَعْدَ الصَّلٰوةِ، لِاَنَّ الْجَهْلَةَ يَعْتَقِدُوْنَهَا سُنَّةً اَوْ

وَاجِبَةً، وَكُلُّ مُبَاحٍ يُؤَدِّى اِلَيْهِ فَهُوَ مَكْرُوهُ

”سجدہ شکر مستحب ہے، اسی پر فتویٰ ہے، لیکن نمازوں کے

بعد مکروہ ہے، کیوں کہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ

بیٹھیں گے اور ہر مباح جس کا یہ نتیجہ ہو وہ مکروہ ہے۔“

حضرت علامہ شامیؒ اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔

اس لیے کہ یہ ایک ایسی بات کو جو دین نہیں دین میں ٹھونسنے کے مترادف

(رد المحتار: ج ۲، ص ۱۲۰)

ہے۔



**مستحب عمل کو لازم سمجھنا گناہ اور بدعت ہے:**

ایک چیز بہ ذات خود مستحب اور مندوب ہے، مگر اس کا ایسا التزام (لازم سمجھ کر) کرنا کہ رفتہ رفتہ اس کو ضروری سمجھا جانے لگے اور اس کے تارک کو ملامت کی جانے لگے تو وہ فعل مستحب کے بجائے گناہ اور بدعت بن جاتا ہے۔

مثلاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد اکثر و بیشتر دائی جانب سے گھوم کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ لگالے کہ دائیں جانب سے گھومنے ہی کو ضروری سمجھنے لگے۔ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ بسا اوقات بائیں جانب سے گھوم کر متوجہ ہوا کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ: ص ۸۵)

**کفار سے مشابہت والا فعل ناجائز ہے:**

جس فعل میں کفار و فجار اور اہل بدعت کا تشبہ پایا جائے اس کا ترک (چھوڑنا) لازم ہے۔ کیوں کہ بہت سی احادیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و فجار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ - (مشکوٰۃ: ص ۳۷۵)

”جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں شمار ہوگا۔“

اسی قاعدے کے تحت علمائے اہل سنت نے محرم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ”تذکرہ شہادت“ سے منع کیا ہے۔ اصول الصفا اور جامع الرموز میں ہے:

”سُئِلَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ ذِكْرِ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَيَجُوزُ أَمْ لَا، قَالَ لَا، لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ شِعَارِ الرِّوَا فِضِ“ (بہ حوالہ الجزیۃ لاجل السنۃ: ص ۱۴۰)

”آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا دس محرم کو شہادت حسینؑ کا تذکرہ جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: جائز نہیں، کیوں کہ یہ رافضیوں کا شعار ہے۔“

اس قاعدے سے معلوم ہوا کہ وہ تمام افعال جو اہل بدعت کا شعار بن جائیں ان کا ترک لازم ہے۔

سنت و بدعت میں تردد ہو جائے تو کیا کرے؟

جب کسی فعل کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو جائے تو ترک سنت فعل بدعت سے بہتر ہے۔ البحر الرائق: ج ۲، ص ۲۱۔ رد المحتار: ج ۱،

ص ۶۴۲ میں ہے:

إِذَا تَرَكَدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَبِدْعَةٍ كَانَ تَرْكُ  
السُّنَّةِ رَاجِحًا عَلَى فِعْلِ الْبِدْعَةِ

”جب کسی حکم میں تردد ہو جائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟ تو

سنت کا ترک کر دینا بہ نسبت بدعت کرنے کے رائج ہے۔“

اس قاعدے سے ان تمام امور کا حکم معلوم ہو جاتا ہے جن کے سنت اور بدعت ہونے میں اختلاف ہو۔ بعض اسے سنت بتاتے ہوں اور بعض بدعت۔

سنت و بدعت کے سلسلے میں جو نکات میں نے ذکر کیے ہیں اگر ان کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی کہ اہل سنت کون ہے۔

(ملخص اختلاف امت اور صراط مستقیم: حصہ اول، ص ۱۱۵ تا ۱۲۰)

مفسر قرآن حضرت مولانا عبد الحمید سوانیؒ کی تحقیق  
انگوٹھے چومنے کی من گھڑت روایت:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرا نام سنا اذان  
میں اور اپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو چوما اور آنکھوں پر ملا تو وہ شخص کبھی بھی فکر  
مند اور غم گین نہ ہوگا۔

حضرت امام سخاویؒ نے اپنی کتاب ”المقاصد الحسنہ“ میں لکھا  
ہے کہ یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں ہے۔ مرفوع وہ حدیث ہوتی ہے جس کو  
صحابیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کرے  
”شرح الیمانی“ میں لکھا ہے کہ مکروہ ہے انگوٹھوں کو چومنا اور آنکھوں پر رکھنا  
کہ اس کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی اور جو روایات آئی  
ہیں وہ صحیح نہیں ہیں (حاشیہ جلالین: ص ۳۵۷)

ضعیف احادیث پر عمل کی شرائط:

جمہور علما کے نزدیک اگرچہ ضعیف احادیث پر فضائل اعمال میں عمل  
کرنا جائز ہے، لیکن اس سلسلے میں یہ بات واضح رہے کہ ضعیف احادیث پر  
جو محدثین کرامؒ نے عمل جائز قرار دیا ہے وہ مطلق نہیں بلکہ بعض شرائط کے  
ساتھ مقید ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے۔



۱:..... پہلی شرط جس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ ضعف شدید نہ ہو۔

۲:..... ایسی حدیث کسی عام قاعدے کے تحت درج ہو، بے اصل اور اختراع نہ ہو۔

۳:..... اس پر عمل کے وقت یہ اعتقاد نہ ہو کہ یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے بھی اسی طرح فرمایا کہ ضعیف حدیث پر بالاتفاق عمل کرنے والی بات باطل ہے۔ البتہ جمہور کا یہ مسلک ہے کہ اگر حدیث شدید ضعیف نہ ہو تو اس پر فضائل میں عمل کیا جاسکتا ہے، اگر ضعف زیادہ ہو تو قابل قبول نہیں۔

اس سلسلے کی جو روایات جواز میں پیش کی جاتی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں۔ بڑے بڑے محدثین کرام مثلاً حضرت علامہ شمس الدین سخاویؒ، حضرت ابن طاہر فتنیؒ، حضرت زرقانی ماکئیؒ، حضرت ملا علی قاری حنفیؒ، حضرت علامہ عینی حنفیؒ، حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل غیر مشروع اور ممنوع ہے اور ان احادیث کے خلاف ہے جو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں، جن میں اذان کے جواب کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔

## انگوٹھے چومنے کا مسئلہ:

کسی شخص نے اذان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا تو مخدوم صاحب (شرف الدین ابن شیخ یحییٰ منیریؒ) نے فرمایا کہ انہوں نے کسی کتاب میں اس کے جواز کے بارے میں نہیں پڑھا اور جو کتابیں ان کے پاس ہیں۔ ان میں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں آیا۔ (بہ حوالہ زین بدر عربی، معدن المعانی: ص ۱۱۶)

مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا ضیاء الدین سنائیؒ محدث بھی تھے اور مفسر بھی۔ ایک روز ان کے وعظ میں حضرت مخدوم صاحبؒ بھی شریک تھے، اتفاق سے کسی شخص نے ان سے انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کتابوں میں تو یہ مسئلہ کہیں نظر نہیں آیا۔

(منقول از ماہ نامہ الحق، اکوڑہ خٹک: ص ۱۲، ۵۱ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۲ء مضمون پروفیسر محمد اسلم صاحب، لاہور۔ تبصرہ بر کتاب ملفوظات معدن المعانی: مرتبہ زین بدر، عربی، مطبوعہ: مطبع اشرف الاخبار، بہار شریف ۱۸۸۴ء)

(مختص، نماز مسنون: ص ۶۰-۲۵۸)

## شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی تحقیق

انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ اصولی طور پر دو ہیں۔

روایت نمبر ۱: حضرت ابو بکر صدیقؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے جب مؤذن کا یہ قول سنا کہ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو اس وقت انہوں نے

قَبْلَ بَاطِنِ الْاَنْمِلَتَيْنِ السَّبَّاحَتَيْنِ وَمَدَحِ عَيْنِيْهِ  
فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا  
فَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ شَفَاعَتِيْ

”اپنے کلمے کی انگلیوں کے باطنی حصوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔“

یہ روایت مسند فردوس دیلمی کے حوالے سے تذکرۃ الموضوعات: ص ۳۶ اور الموضوعات الکبیر: ص ۵۷ میں نقل کی گئی ہے۔ مفتی احمد یار خان صاحب نے مقاصد حسنہ کے حوالے سے جاء الحق: ص ۸۷۳ میں نقل کی

ہے، (مذکورہ) ترجمہ بھی مفتی صاحب ہی کا ہے اور یہ روایت مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس خفیت: ص ۶۰۳ میں بھی نقل کی ہے۔

روایت نمبر ۱ کا جواب: حضرت علامہ محمد طاہر حنفیؒ لکھتے ہیں  
(تذکرۃ الموضوعات: ص ۳۶)

وَلَا يَصِحُّ

کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ملا علی قاریؒ، علامہ سخاویؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں

لَا يَصِحُّ (موضوعات کبیر: ص ۷۵)

”یہ روایت صحیح نہیں ہے۔“

جب سرے سے یہ روایت ہی صحیح نہیں تو اس پر عمل کرنے کی کیسے گنجائش ہے؟ اور خود مفتی احمد یار خان صاحب نے حضرت امام سخاویؒ سے وَلَمْ يَصِحَّ نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

”یہ حدیث پایہ صحت تک نہ پہنچی“ (جاء الحق: ص ۳۷۸)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے تذکرۃ الموضوعات اور الموضوعات الکبیر سے حوالے تو نقل کیے ہیں لیکن لَا يَصِحُّ کا جملہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں۔ تف ہے اس علمی خیانت اور بددیانتی پر۔

مفتی احمد یار خان کی اُتج:

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ”صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں،



کیوں کہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے۔ لہذا اگر یہ حدیث حسن ہو تب بھی کافی ہے۔ (جاء الحق: ص ۳۸۲)

مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی محدث جب مطلقاً لَا یَصِحُّ کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں، یہ حدیث حسن ہے یَالِئْسَ بِصَحِيحٍ بَلْ حَسَنٌ وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ مطلقاً لَا یَصِحُّ سے حَسَنٌ سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ:

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیق اکبرؓ تک صحیح ہو گیا تو عمل کے لیے یہی کافی ہے، کیوں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم پر میری اور میرے خلفائے راشدینؓ کی سنت لازم ہے۔ (موضوعات کبیر: ص ۷۵)

اور یہی دلیل مفتی احمد یار خان صاحب نے جاء الحق (ص ۳۸۲) میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حقیقت (ص ۶۰۲) میں پیش کی ہے۔ لیکن یہ حضرت ملا علی قاریؒ کا وہم ہے، اس لیے کہ اگر واقعی یہ روایت حضرت ابو بکرؓ تک موقوف بھی صحیح ہوتی تب بھی حجت تھی، مگر حضرت ابو بکرؓ سے جو روایت منقول ہے وہ مرفوع ہے اور اس کی سند سرے سے صحیح ہی نہیں

ہے نہ یہ کہ مرفوع صحیح نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ مرفوع صحیح نہیں ہے موقوف صحیح ہے اور عمل کے لیے کافی ہے، کیسے صحیح ہوا؟ باقی جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ لَا يَصِحُّ رَفْعُهُ يَا لَا يَصِحُّ فِي لَا مَرْفُوعٍ تو وہ ابن صالح وغیرہ بعض شیوخ کی موقوف روایات کے پیش نظر ہے۔ وہ اگر بالفرض صحیح بھی ہوں تب بھی موقوف ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہیں۔ جب کہ خصوصاً ابن صالح وغیرہ صحابی بھی نہیں ہیں۔ حضرت ملا علی قاریؒ کا وہم کوئی نئی چیز نہیں۔

حضرت امام عبداللہ ابن المبارکؒ نے خوب کہا ہے:

وَمَنْ ذَا سَلِمَ مِنَ الْوَهْمِ (لسان المیزان: ج ۱، ص ۱۷)

”وہم سے کون بچ سکتا ہے؟“

إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تحقیق:

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، پھر بھی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔ (جاء الحق: ص ۲۸۳)

جواب: یہ بھی مفتی صاحب کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ یہ کہہ دینا کہ فضائل اعمال میں ہر قسم کی حدیث غیر مشروط طور پر حجت ہوتی ہے، قطعاً غلط ہے۔ حضرت امام قاضی ابن العربی المالکیؒ (المتوفی ۵۴۳ھ) وغیرہ تو ضعیف

حدیث کہ متعلق فرماتے ہیں:

لَا يَعْمَلُ بِهِ مُطْلَقًا (القول البدیع: ص ۱۹۵)

”مطلقاً اس پر عمل صحیح نہیں ہے۔“

اور جو عمل کرتے ہیں وہ شرطیں لگاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام ابن دقیق العید (المتوفی ۷۰۲ھ) لکھتے ہیں:

الْعَمَلُ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ مُقَيَّدٌ بِشُرُوطٍ

(امام: ج ۲، ص ۱۷۱)

”ضعیف حدیث پر عمل کرنا چند شرطوں سے مقید ہے۔“

وہ شرطیں کیا ہیں؟ حضرت امام سخاوی (المتوفی ۹۰۲ھ) اپنے شیخ

حضرت حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

إِنَّ شَرَائِطَ الْعَمَلِ بِالضَّعِيفِ ثَلَاثَةٌ

الْأَوَّلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَأَنْ يَكُونَ الضَّعِيفُ غَيْرَ

شَدِيدٍ فَيَخْرُجُ مِنْ أَنْفِرَادٍ مِنَ الْكَذَّابِينَ

وَالثَّانِي أَنْ يَكُونَ مُنْذَرٍ جَاءَتْ حَتَّى أَصْلُ عَامٍ فَيَخْرُجُ

مَا يُخْتَرَعُ بِحَيْثُ لَا يَكُونُ لَهُ أَصْلٌ أَصْلًا

الْثَّالِثُ أَنْ لَا يَعْتَقِدَ عِنْدَ الْعَمَلِ بِهِ بُبُوتَهُ لِثَلَا

يُنْسَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْهُ.

(القول البدیع ص ۱۹۵)

”ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرطیں ہیں۔

اول: جو تمام حضرات محدثین میں متفق علیہ ہے کہ حدیث زیادہ ضعیف نہ ہو۔ لہذا جس حدیث میں کوئی کذاب (نہایت جھوٹا) یا متہم بالکذب (ہر بات میں جھوٹ بولنے والا) یا ایسا راوی منفرد ہو جو زیادہ غلطی کا شکار ہوا ہو تو اس کی ضعیف حدیث معمول بہ نہ ہوگی۔

دوم: یہ کہ وہ عام قاعدے کے تحت درج ہو، اس سے وہ خارج ہوگئی جس کی کوئی اصل نہ ہو اور محض اختراع (اپنی طبیعت سے نئی بات پیدا) کی گئی ہو۔

سوم: عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ کر لیا جائے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، تا کہ آپ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ شرطیں مفقود (موجود نہ) ہوں تو روایت ہرگز قابل عمل نہ ہوگی۔

آخری شرط تو خاص طور پر قابل لحاظ ہے، کیوں کہ جو چیز وثوق کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اس کو آپ کی طرف



منسوب کرنا اور پھر اس کو ثابت ماننا سنگین جرم ہے اور یہ درجہ اول کی متواتر حدیث مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ (الحديث) کے بہ ظاہر خلاف ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں کہ

وَأَمَّا الْعَمَلُ بِالضَّعِيفِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ  
فَدَعْوَى الْإِتِّفَاقِ فِيهِ بَاطِلَةٌ نَعَمْ هُوَ مَذْهَبُ  
الْجَمْهُورِ لِكُنْهٖ مَشْرُوطٌ بِأَنْ لَا يَكُونَ الْحَدِيثُ  
ضَعِيفًا شَدِيدَ الضُّعْفِ فَإِنْ كَانَ كَذَلِكَ لَمْ  
يَقْبَلْ فِي الْفَضَائِلِ أَيْضًا . (الآثار المرفوعة في الاخبار  
الموضوعة: ص ۳۱۰)

”فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر بالاتفاق عمل کا دعویٰ کرنا باطل ہے۔ ہاں جمہور کا یہ مذہب ہے، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ حدیث سخت ضعیف نہ ہو ورنہ فضائل اعمال میں بھی قابل قبول نہیں ہے۔“

احمد رضا خان کا بے ثبوت احادیث کے متعلق ارشاد:

افسوس ہے کہ مبتدعین (دین میں نئی بات ایجاد کرنے والے) حضرات ایسی حدیثوں کے اثبات کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔  
فوا اسفا! خان صاحب بریلی نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ

”حدیث ماننے اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لیے ثبوت چاہیے، بے ثبوت نسبت جائز نہیں۔“ (بلفظہ عرفان شریعت: حصہ سوم، ص ۲۷)

فضائل اعمال کی حدیث موضوع (من گھڑت) بھی نہ ہو۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ موضوع نہ ہو۔ اگر روایت موضوع ہوگی تو ہرگز قابل عمل نہ ہوگی۔ حافظ ابن دقیق العید لکھتے ہیں:

وَأِنْ كَانَ ضَعِيفًا لَا يَدْخُلُ فِي حَبِيزِ الْمَوْضُوعِ  
فَإِنْ أَحَدٌ شَعَرَ أَنَّ الدِّينَ مُنْعَ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ  
يُحَدِّثْ فَهُوَ مَحَلُّ نَظَرٍ (احکام الاحکام: ج ۱، ص ۵۱)  
”اگر ضعیف حدیث ہو بہ شرطے کہ وہ موضوع نہ ہو، تو اس پر عمل جائز ہے، لیکن اگر اس سے دین کے اندر کوئی شعار قائم اور پیدا ہوتا ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا ورنہ اس پر غور کیا جائے گا۔“

لیجیے! یہاں ایک اور بات بھی حل ہوگئی، وہ یہ کہ ضعیف حدیث اس وقت قابل عمل ہوگی جب کہ موضوع اور جعلی نہ ہو اور ساتھ ہی وہ دین کا

شعار اور علامت نہ ٹھہرائی گئی ہو۔ اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا اور اہل بدعت حضرات خیر سے ان چیزوں کو سنت اور حقیقت کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان بدعات کو نہ کرنے والوں کو گستاخ اور وہابی کہتے ہیں اور ان کے خلاف ”مقیاس حقیقت“ جیسی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں بھلا یہ ضعیف روایتیں کیوں کر حجت ہو سکتی ہیں؟

اور حضرت علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں:

يَجُوزُ وَيُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ فِي الْفَضَائِلِ وَالتَّرْغِيبِ  
وَالْتَرْهِيْبِ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ مَا لَمْ يَكُنْ  
مَوْضُوعًا (القول البدیع ص ۱۹۵)

”جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔“

نیز لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْمَوْضُوعُ فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ بِحَالٍ  
(ص ۱۹۶)

”بہر حال موضوع حدیث تو اس پر کسی حالت میں عمل جائز“

نہیں ہے۔“

خلاصہ یہ نکلا کہ فضائل اعمال میں ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہے بلکہ اس کے لیے حضرات محدثین کے نزدیک چند شرطیں ہیں اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صورت میں عمل جائز نہیں ہے۔ نہ فضائل اعمال میں اور نہ ترغیب و ترہیب وغیرہ میں۔

اب بہ قایمی ہوش و حواس سن لیجیے کہ انگلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں ہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔

چنانچہ حضرت امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

الْأَحَادِيثُ الَّتِي رُوِيَ فِي تَقْبِيلِ الْأَنَامِلِ  
وَجَعَلِهَا عَلَى الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ سَمَاعِ اسْمِهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُؤَذِّنِ فِي كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ  
كُلُّهَا مَوْضُوعَاتٌ. (تیسیر المقال للسیوطی بہ حوالہ عماد

الدین: ص ۱۲۳)

”وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمہ شہادت میں  
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت انگلیاں  
چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب  
موضوع اور جعلی ہیں۔“



لیجیے اب تو قصہ ہی ختم ہو گیا۔ مفتی احمد یار خان صاحب کو یہ الفاظ دیکھ کر غور کرنا چاہیے کہ وہ لکھتے ہیں:

”الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پر نچے اڑ گئے ہیں اور حق واضح ہو گیا“  
(بلفظہ جاء الحق: ص ۲۸۴)

پر نچے کس کی دلیل کے اڑ گئے اور حق کس کی طرف سے واضح ہو گیا ہے؟ عیاں را چہ بیاں ع

ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا  
حضرت امام سیوطیؒ کے کُلُّهَا مَوْضُوعَاتُ کے حوالے کے بعد یہ  
ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں مگر محض تکمیل فائدہ کے لیے حضرت  
خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایت کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ اسی مضمون کی  
روایت حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی منقول ہے، مگر اس کے  
الفاظ یہ ہیں:

ثُمَّ يُقْبَلُ ابْنَاهُمَا - (الحديث)

”پھر اپنے دونوں انگوٹھے چومے۔“

پہلی روایت میں انگوٹھوں کا ذکر نہیں بلکہ شہادت کی انگلیوں (اور ایک  
روایت میں ابہام (انگوٹھا) اور سباحہ (شہادت کی انگلی)) کا ذکر تھا اور وہ  
مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کے باب یا سرخی (عنوان) کے مطابق نہ

تھی، مگر یہ روایت مطابق ہے۔ یہ روایت موضوعات کبیر: ص ۷۵ اور تذکرۃ الموضوعات ص ۳۶ وغیرہ میں ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے مقاصد حسنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (جاء الحق: ص ۳۷۸) اور مولوی محمد عمر صاحب نے طحطاوی: ص ۱۲۲ کے حوالے سے نقل کی ہے (مقیاس: ص ۶۰۱)، لیکن حضرت علامہ محمد طاہر اور حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

بِسَنَدٍ فِيهِ مَجَاهِيلٌ مَعَ انْقِطَاعِهِ الْخ (تذکرہ:

ص ۳۶ و موضوعات: ص ۷۵)

”اس کی سند میں کئی مجہول (نامعلوم) راوی ہیں، اور سند

بھی منقطع ہے۔“

تو اس ضعیف روایت سے دین کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے؟ حضرت امام بیہقیؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

فِي هَذَا الْإِسْنَادِ قَوْمٌ مَجْهُولُونَ وَلَمْ يُكَلِّفْنَا اللَّهُ

تَعَالَى أَنْ نَأْخُذَ دِينَنَا عَمَّنْ لَا نَعْرِفُهُ (کتاب

القرآۃ: ص ۱۲۷)

”اس سند میں کئی راوی مجہول ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے

اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول راویوں سے

اخذ کریں۔“

## بریلویوں کا انجیل برناباس پر اعتماد اور

### شریعت محمدی پر بد اعتمادی

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

”صدر الافاضل مولائی مرشدی استاذی مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم فرماتے ہیں کہ ولایت سے انجیل کا ایک بہت پرانا نسخہ بارآمد ہوا، جس کا نام انجیل برناباس ہے۔ آج کل وہ عام طور پر شائع ہے اور ہرزبان میں اس کے ترجمے کیے گئے ہیں۔ اس کے اکثر احکام اسلامی احکام سے ملتے جلتے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا۔ انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔“ (جاء الحق: ص ۸۰-۸۹)

مولوی محمد عمر صاحب نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور انجیل برناباس کا صفحہ بھی دیا ہے۔ (انجیل برناباس: ص ۶۰) اور عبارت بھی نقل کی ہے جو اغلب ہے کہ انجیل برناباس کی ہی عبارت ہوگی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ

”پس آدم علیہ السلام نے بہ منت یہ کہا کہ اے پروردگار! یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔ تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی۔“

(پھر آگے ہے)

”تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا۔“

(مقیاس حنفیت: ص ۶۰۴)

اب اگر کوئی شخص انگوٹھے نہ چومے تو اس کی مرضی۔ یہ تو بقول مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ، قوی حدیثوں اور حضرات صوفیائے کرام اور حضرات فقہان سے ثابت ہے، بلکہ عیسائیوں سے بھی ثابت ہے اور انجیل برنا باس کی بین شہادت ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ!

غیر مسلموں کی بات کو اپنی تائید میں پیش کرنا کوئی گناہ نہیں ہے، مگر سوال یہ ہے کہ اصل چیز کسی معقول طریقے سے اسلام سے بھی تو ثابت ہو؟ جب انگوٹھے چومنے کی سب حدیثیں ہی موضوع اور جعلی ہیں تو پھر اصل کیا اور اس کی تائید کیا؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سابق زمانے میں عیسائیوں کی اقتدا کرتے ہوئے کسی نے اسی انجیل برنا باس کو پیش نظر رکھ کر یہ جعلی حدیثیں بنا ڈالی ہیں اور یار لوگوں نے ان کو پلے باندھ لیا ہے اور دوسروں سے یوں مخاطب فرماتے ہیں کہ



”ان شاء اللہ کراہت کے لیے صحیح حدیث تو کیا ضعیف بھی نہ ملے گی۔ صرف یاروں کا اجتہاد اور عداوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے“ (بلفظہ جاء الحق: ص ۳۸۴)

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ! مَعَاذَ اللَّهِ تَعَالَى، ثُمَّ مَعَاذَ اللَّهِ تَعَالَى دیکھا آپ نے اہل بدعت حضرات کو کہ دعویٰ کرتے وقت تو گائی زبان مگر ثبوت پیش کرتے وقت ریشہ خطمی؟؟؟

مفتی صاحب کو اس کا علم ہونا چاہیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کو ترک کرنا بھی سنت ہے اور آپ کا عدم فعل بھی حضرات فقہائے کرام کے نزدیک کراہت کی دلیل ہے اور یہ صرف یاروں کا اجتہاد نہیں بلکہ ان کے پاس سو فیصدی محدثین کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ جعلی اور موضوع احادیث قابل عمل نہیں ہے۔

مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا جعلی اور موضوع حدیث کو تسلیم کرنے اور اس کی ترویج سے عداوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے یا جعلی حدیث کے انکار سے؟

اس کا جواب مفتی صاحب پر موقوف ہے، جیسا مناسب سمجھیں ارشاد فرمائیں (۱)۔ (ملخصاً راہ سنت: ص ۴۵-۲۳۹)

(۱) آج تک اس کا جواب احمد یار خان اور پوری ملت احمد رضا خان پر واجب ہے لیکن تاحال اس کا جواب نہیں دے سکے۔ (شریفی)

خاتمہ

## وصیت حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اس مسئلے کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی وصیت پر ختم کیا ہے تبرکاً ہم بھی اسی پر ختم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وآں راہ دیگر بہ زعم فقیر التزام متابعت سنت سنیہ  
است علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والاحتیاء واجتناب از اسم و رسم  
بدعت ..... تا از بدعت حسنہ در رنگ بدعت سیئہ احتراز  
نماید بوئے ازیں دولت بہ مشام جان اوز سد و ایس معنی  
امروز متعسر است کہ عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است  
و بہ ظلمات بدعت آرام گرفتہ، کرامجال است کہ دم از رفع  
بدعت زند، و بہ احیائے سنت لب کشاند۔

اکثر علما ایں وقت رواج دہند ہائے بدعت اند و محو کنند  
ہائے سنت۔ بدعت ہائے پہن شدہ را تعامل خلق دانستہ بہ  
جواز بلکہ بہ استحسان آں فتویٰ می دہند و مردم را بہ بدعت  
دلالت می نمایند۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم، مکتوب ۵۴)

”وصول الی اللہ کا دوسرا راستہ (جو ولایت سے بھی قریب تر ہے) اس

فقیر (حضرت مجددؒ) کے نزدیک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا اور بدعت کے نام و رسم سے بھی اجتناب کرنا ہے۔ آدمی جب تک بدعت سیئہ کی طرح بدعت حسنہ سے بھی پرہیز نہ کرے اس دولت کی بوجھی اس کے مشام جان تک نہیں پہنچ سکتی اور یہ بات آج کل از بس دشوار ہے، کیوں کہ جہاں کا جہاں دریائے بدعت میں ڈوبا ہوا اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کی مخالفت کا دم مارے؟ یا کسی سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔

اس دور کے اکثر علما بدعات کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ جو بدعتیں چاروں طرف پھیل گئی ہیں ان کو مخلوق کا تعامل سمجھ کر ان کے جواز بلکہ استحسان (پسندیدگی) کا فتویٰ دیتے ہیں اور بدعات کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ تمام مسلمانوں کو حضرت مجددؒ کی اس وصیت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆ درود شریف جیسی عظیم عبادت کے ساتھ خرافات  
 ☆ تاریخ میلاد کا موجد اور مروج کے حالات و عقائد  
 ☆ تاریخ میلاد پر قص و سرور کی محافل  
 ☆ پہلی مرتبہ میلاد النبی منانے والا غیر مقلد تھا۔  
 ☆ اس کے بارے میں احناف کے فتاوے  
 ☆ اہل بدعت کا ترجمہ قرآن و تفسیر میں تحریفات

اور اس جیسی دیگر معلومات کے لیے ایک جامع کتاب

## کیا صلوٰۃ و سلام اور محفل میلاد بدعت ہے؟

کا مطالعہ فرمائیں۔

اس کتاب کے بارے میں ”نقطہ نظر - اسلام آباد“ کا تبصرہ ہے:

”جناب نعمان محمد امین نے تاریخ کے اوراق پلٹ کر دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اذان کے بعد اور اس سے پہلے بلند آواز کے ساتھ درود و سلام کب سے پڑھنے کا آغاز ہوا؟ مجلس میلاد کا بانی کون تھا؟ اور وقت کے ساتھ میلاد النبی منانے کے کیا کیا انداز رہے ہیں۔ ان کے مطالعے سے حاصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل خیر القرون سے جو کچھ ثابت ہے وہی دین ہے اور ان کی مخالفت کرنا بے دینی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے خفی فقہاء کے اقوال اور فتاویٰ سے بھی استشہاد کیا ہے۔“ (ص ۱۷۹، بابت اکتوبر ۲۰۰۸ء تا مارچ ۲۰۰۹ء)



حامی بدعت ماحی سنت  
”اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی“ کا فتویٰ

اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں۔ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے کلام سے خالی نہیں جو اس کے لیے ایسا ثبوت مانے یا اسے مسنون و مؤکدہ جانے یا نفس ترک کو باعث زجر و ملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے۔

(ابرمقال فی استحسان قبلۃ الاجلال)